میلادُ النبی

آج اُس عظیم الشان انسان کا جنم دن ہے جو زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کے لئے رحمت بن کر آیا تھا اور وہ اصول اپنے ساتھ لایا تھا جن کی پیروی میں ہر فردِ انسانی، ہر قوم و ملک، اور تمام نوعِ انسان کے لئے یکساں فلاح اور سلامتی ہے۔ یہ دن اگرچہ ہر سال آتا ہے، مگر اب کے سال یہ ایسے نازک موقع پر آیا ہے جب کہ زمین کے باشندے ہمیشہ سے بڑھ کر اُس دانائے کامل کی رہنمائی کے محتاج ہیں۔ معلوم نہیں مسٹر برنارڈ شا نے اچھی طرح بیان بوجھ کر کہا تھا یا بے جانے بوجھے، مگر جو کچھ انہوں نے کہا وہ بالکل سچ تھا کہ محمدؐ اگر اس وقت دنیا کے ڈکٹیٹر ہوتے تو دنیا میں امن قائم ہو جاتا۔ میں اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر کہتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں موجود نہ سہی، ان کے پیش کردہ اصول تو بے کم و کاست موجود ہیں، ان کے اصولوں کو بھی اگر ہم راستبازی کے ساتھ ڈکٹیٹر مان لیں تو وہ سارے فتنے ختم ہو سکتے ہیں جن کی آگ سے آج نسلِ آدم کا گھر جہنم بنا ہوا ہے۔[1]

اب سے چودہ سو برس پہلے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں قدم رکھا تھا اس وقت خود ان کا اپنا وطن اخلاقی لپستی، بدنظمی اور بدامنی کی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ قرآن میں اس وقت کی حالت پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا گیا ہے کہ "تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے جس سے خدا نے تمہیں بچایا۔" اس سے کچھ بہتر حالت دنیا کے دوسرے ملکوں کی نہ تھی۔ ایران اور مشرقی رومی سلطنت اس وقت انسانی تہذیب کے دو سب سے بڑے گہوارے تھے۔ اور ان دونوں کو ایک طرف آپس کی پیہم لڑائی اور دوسری طرف خود اپنے گھر کے معاشرتی امتیازات، معاشی ناہمواری اور مذہبی جھگڑوں نے تباہ کر رکھا تھا۔ ان حالات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور تیئیس برس کے اندر انہوں نے نہ صرف عرب کو بدل ڈالا بلکہ ان کی رہنمائی میں عرب سے جو تحریک اٹھی تھی اس نے ایک چوتھائی صدی کے اندر

---

[1] خیال رہے کہ یہ جنگِ عظیم نمبر ۲ کے انتہائی زور کا زمانہ تھا۔

ہندوستان کی سرحدوں سے شمالی افریقہ تک دنیا کے ایک بڑے حصہ کو اخلاق، تمدن، معیشت، سیاست، غرض ہر شعبۂ زندگی میں درست کر کے رکھ دیا۔

یہ اصلاح کیونکر ہوئی؟ ایک مختصر گفتگو میں اس کی ساری تفصیلات بیان کرنا ناممکن ہے لیکن اس کے موٹے موٹے اصول میں آپ کے سامنے بیان کروں گا۔

سب سے پہلی چیز جس پر انہوں نے زور دیا وہ یہ تھی کہ تمام انسان صرف خدائے واحد کو اپنا آقا مالک، معبود اور حاکم تسلیم کریں۔ خدا کے سوا کسی کی بندگی قبول نہ کریں۔ صرف مذہب کے محدود دائرے ہی میں نہیں بلکہ زندگی کے سارے معاملات میں تنہا خدا کے اقتدار اعلیٰ کے آگے جھک جائیں۔

اس کے ساتھ دوسری اہم چیز ان کی تعلیم میں یہ تھی کہ انسان کی مطلق العنانی اور غیر ذمہ داری کو بالکل ختم کر دیا جائے۔ ہر انسان فرداً فرداً اپنے آپ کو خدا کے سامنے جواب دِہ سمجھے۔ اور اسی طرح انسانی جماعتیں بھی، خواہ وہ خاندانوں اور قبیلوں کی شکل میں ہوں یا طبقات کی شکل میں، قوموں کی شکل میں ہوں یا ریاستوں اور حکومتوں کی شکل میں، بہرحال خدا کے حضور اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کا تصور ہی یہ پیش کیا کہ وہ زمین پر خدا کا خلیفہ یا نائب ہے۔ اُس کو جس قدر اور جس حیثیت میں بھی کچھ اختیارات حاصل ہیں دراصل وہ اس کے ذاتی اختیارات نہیں ہیں بلکہ خدا کے دیئے ہوئے ہیں اور ان کے استعمال میں وہ بالآخر خدا کے سامنے جوابدہ ہے۔

خدائی اقتدار اعلیٰ اور انسانی خلافت کی بنیادوں پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نوعِ انسانی کے درمیان منصفانہ وحدت و اتفاق کا وہ رشتہ فراہم کیا جو کسی دوسرے ذریعے سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ نسل، نسب، زبان، رنگ، وطن، معاشی مفاد اور دوسری جتنی چیزیں سوسائٹی کی بنیاد بنتی ہیں وہ لازمی طور پر انسانوں کو مختلف گروہوں میں تقسیم کر کے ایک دوسرے کا مدِمقابل بنا دیتی ہیں۔ ان میں اگر موافقت ہوتی بھی ہے تو اغراض کی بنا پر ایک ناپائیدار عارضی موافقت ہوتی ہے۔ کشمکش اور جنگ اس تقسیم کی عین فطرت میں داخل ہے اور اس کا لازمی نتیجہ بے انصافی ہے۔

اس کو دُور کرنے کی کوئی صورت اِس کے سوا نہیں کہ تمام انسانوں کو خدا کی بندگی پر متحد کیا جائے اور خدا کے سامنے جواب دہ ہونے کا احساس پیدا کر کے انہیں انصاف پر آمادہ کیا جائے۔

قومیت اور طبقات کے بجائے خدا کی بندگی اور خلافت کے تصور پر جس عالمگیر سماجی زندگی کی بنیاد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی اس کے ہر پہلو کو انہوں نے پائیدار اخلاقی اصولوں پر ڈھال دیا۔ اُن کے پیش کیے ہوئے اخلاقیات تارک الدنیا درویشوں کے لئے نہیں تھے بلکہ دنیا کا کام چلانے والے لوگوں کے لیے تھے۔ کسان، زمیندار، مزدور، کارخانہ دار، تاجر، تحویلدار، پولیس مین، مجسٹریٹ، کلکٹر، جج، گورنر، سپاہی اور سپہ سالار، وزیر اور سفیر ہر ایک کو اُس کے دائرہ عمل میں انہوں نے اخلاق کے ایسے ضابطوں سے باندھ دیا جن کی بندشوں کو کھولنا اور کسنا، جن کے اصولوں کو بنانا اور بگاڑنا افراد یا رائے عام کی خواہشات پر منحصر نہیں تھا۔ انہوں نے معاشرت اور شخصی تعلقات کو، آرٹ اور ادب کو، کاروبار اور لین دین کو، سیاست اور انتظامِ ملکی کو، بین الاقوامی تعلقات اور صلح و جنگ کو، غرض انسانی زندگی کے سارے معاملات کو، اخلاق کا پابند بنایا اور جو چیز بھی انسانی زندگی سے تعلق رکھتی ہو اس کا یہ حق تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ اخلاق کی بندشوں سے آزاد ہو کر نشوونما پائے۔

یہ وہ بڑے بڑے اصول تھے جن پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلاحی پروگرام مبنی تھا۔ اس پروگرام کو عمل میں لانے کے لئے انہوں نے جو طریقہ اختیار کیا وہ انفرادی اصلاح سے شروع ہوتا تھا۔ اُن کی نگاہ سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی کہ اجتماعی اصلاح کے ہر نقشہ کا دار و مدار بالآخر افراد ہی پر جا کر ٹھیرتا ہے۔ کوئی بہتر سے بہتر نظام بھی کمزور کیرکٹر اور ناقابلِ اعتماد سیرت کے لوگوں کو لے کر کامیابی کے ساتھ نہیں چلایا جا سکتا۔ افراد کی سیرت کی خامیوں سے ایک نظام کے عمل درآمد میں جو رخنے اور شگاف پڑتے ہیں، انہیں کاغذ پر نہیں بھرا جا سکتا۔ کاغذ کی دنیا میں آپ مختلف ممکن خرابیوں کے سدِباب کا جس قدر چاہیں خیالی انتظام کر لیں، لیکن عمل کی دنیا میں اُس کاغذی نقشہ کو چلانے کا انحصار بہرحال کارکن افراد ہی پر ہو گا۔ یہ افراد اگر بجائے خود خواہشات، اغراض اور تعصبات سے شکست کھا جانے والے لوگ ہوں، اگر ان کے اندر سچا ایمان اور پختہ کیرکٹر نہ ہو، تو آپ کی ساری خیالی احتیاطوں کے باوجود اس نظام میں

رخنے پڑیں گے اور ایسی ایسی جگہوں سے پڑیں گے جہاں تک آپ کا تصور بھی نہ جا سکے گا۔ بخلاف اس کے کاغذ پر ایک نظام کو دیکھ کر آپ اس میں بہت سے رخنوں کا امکان ثابت کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کو چلانے کے لئے اگر بھروسے کے قابل افراد موجود ہوں تو ان کا صحیح عمل ان سارے رخنوں کو بھر دے گا جن کے رونما ہونے کا امکان عالمِ خیال میں آپ کو نظر آتا ہو۔

اسی بنا پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اپنی ساری قوت ایسے افراد کو تیار کرنے پر صرف کی جو ان کے پروگرام کے مطابق بہترین طریقہ پر دنیا کی اصلاح کر سکتے ہوں۔ انہوں نے ایسے لوگ تیار کیے جو ہر حال میں خدا سے ڈر کر بدی سے پرہیز کرنے والے ہوں۔ جو اپنی زندگی کے ہر معاملہ میں، خدا کے سامنے اپنی ذمہ داری کو پیشِ نظر رکھنے والے ہوں۔ جو ہر اُس کام سے رُک جانے والے ہوں جس کے متعلق انہیں خدا کی ناراضی کا اندیشہ ہو اور ہر اس کام میں دل و جان سے کوشش کرنے والے ہوں جس کے متعلق انہیں معلوم ہو جائے کہ خدا اس سے خوش ہوگا جنہیں خدا کی خوشنودی پر اپنی کسی چیز کو قربان کرنے میں تامل نہ ہو۔ جن کے دل میں خدا کے سوا کسی کا خوف، کسی کی مہربانی کا لالچ، اور کسی کے انعام کی تمنا نہ ہو۔ جن کے لئے پبلک اور پرائیویٹ زندگی میں کوئی فرق نہ ہو۔ جو رات کے پردوں میں بھی اتنے ہی نیک، شریف، اور پرہیزگار ہوں جتنے پبلک میں منظرِ عام پر نظر آئیں۔ جن پر یہ بھروسہ کیا جا سکے کہ بندگانِ خدا کی جان، مال، آبرو اگر ان کے چارج میں دے دی جائے تو خیانت کار ثابت نہ ہوں گے۔ اپنی ذات یا اپنی قوم اور حکومت کی طرف سے کوئی عہد کریں تو بے وفا نہ نکلیں گے۔ انصاف کی کرسی پر بٹھائے جائیں تو ظالم نہ پائے جائیں گے۔ لین دین کے بازار میں بیٹھیں تو بددیانتی نہ کریں گے۔ حق مانگنے میں چاہے سُست ہوں مگر حق ادا کرنے میں سُست نہ ہوں گے۔ اور اپنی ذہانت، ہوشیاری، تدبر اور قوت و قابلیت کو راستی اور انصاف کے لئے اور انسانیت کی فلاح کے لئے استعمال کریں گے نہ کہ شخصی یا قومی اغراض کی خاطر دوسروں کو بے وقوف بنانے اور دوسروں کے حق تلف کرنے کے لیے۔

کامل پندرہ سال تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے افراد کی تیاری میں لگے رہے۔ اس مدت میں آپ نے حق پرستوں کی ایک مٹھی بھر جماعت تیار کر لی جو صرف عرب کے لیے نہیں بلکہ تمام دنیا کی

اصلاح کے لئے سچا عزم رکھتی تھی اور جس میں عرب کے علاوہ دوسری قوموں کے افراد بھی شامل تھے۔

اس جماعت کو منظم کرنے کے بعد آپ نے وسیع پیمانہ پر سماج کی اصلاح کے لئے عملی جدوجہد شروع کی اور صرف آٹھ برس میں بارہ لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی سرزمین عرب کے اندر مکمل اخلاقی، معاشی، تمدنی اور سیاسی انقلاب برپا کرکے رکھ دیا۔

پھر یہی جماعت جسے آپ نے منظم کیا تھا عرب کی اصلاح سے فارغ ہوکر آگے بڑھی اور اس نے اس زمانہ کی مہذب دنیا کے بیشتر حصے کو اس انقلاب کی برکتوں سے مالا مال کردیا جو عرب میں رونما ہوا تھا۔

آج ہم نئے نظام (نیو آرڈر) کی آوازیں ہر طرف سے سن رہے ہیں لیکن یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ جن بنیادی خرابیوں نے پرانے نظام کو آخرکار فتنہ بنا کر چھوڑا وہی اگر صورت بدل کر کسی نئے نظام میں بھی موجود ہوں تو وہ نیا نظام ہوا کب۔ وہ تو وہی پرانا نظام ہوگا جس کے کاٹنے اور ڈسنے سے جاں بلب ہو جانے کے بعد ہم نئے نظام کا تریاق مانگ رہے ہیں۔ انسانی اقتدار اعلیٰ، خدا سے بے نیازی وبے خوفی، قومی ونسلی امتیازات، ملکوں اور قوموں اور طبقوں کی سیاسی ومعاشی خودغرضیاں، اور ناخدا ترس افراد کا دنیا میں برسر اقتدار ہونا، یہ ہیں وہ اصلی خرابیاں جو اس وقت تک نوع انسانی کو تباہ کرتی رہی ہیں اور آئندہ بھی اگر ہماری زندگی کا نظام انہی خرابیوں کا شکار رہا تو یہ ہمیں تباہ کرتی رہیں گی۔ اصلاح اگر ہوسکتی ہے تو انہی اصولوں پر ہوسکتی ہے جن کی طرف انسانیت کے ایک سچے بہی خواہ نے اب سے صدیوں پہلے ہماری محض رہنمائی ہی نہ کی تھی بلکہ عملاً اصلاح کرکے دکھا دی تھی۔

۳۰ مارچ سنہ ۴۲ء